ماڈیول کی تفصیلات اور اس کا خاکہ

Details of Module and its structure

ماڈیول کی تفصیلات **Module Detail**	
مضمون کا نام **Subject Name**	اردو **Urdu**
کورس کا نام **Course Name**	آن لائن تربیتی کورس برائے ثانوی سطح **Online Course for Urdu Teaching at Secondary Stage**
ماڈیول کا عنوان **Module Name/Title**	شمالی ہند میں اردو شاعری کا ارتقا **Shumali Hind mein Urdu Shaeri ka irteqa**
ماڈیول آئی ڈی **Module Id**	**TUSS_04**
مقاصد **Objectives**	اس ماڈیول کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ: 1. شمالی ہند میں اردو شاعری کے ارتقا سے واقف ہو سکیں گے۔ 2. شمالی ہند کے اہم شعرا سے واقف ہو سکیں گے۔ 3. شمالی ہند کے اہم شاعروں کے کلام کی خصوصیات بیان کر سکیں گے۔ 1. شمالی ہند میں شاعری کے اہم رجحانات سے واقف ہو سکیں گے۔
کلیدی الفاظ **Keywords**	شمالی ہند، ایہام گوئی، امیر خسرو، صنائع بدائع، فصاحت، لغت نویسی، اصلاح زبان کی تحریک، سادہ گوئی، تازہ گوئی

ڈیولپمنٹ ٹیم

Development Team

کردار **Role**	نام **Name**	ادارہ **Affiliation**
کورس کوآرڈینیٹر **Course Coordinators**	پروفیسر محمد فاروق انصاری **Prof. Mohd. Faruq Ansari** پروفیسر دیوان حنان خان **Prof. Diwan Hannan Khan**	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی **DEL, NCERT, New Delhi**
سبجیکٹ میٹر ایکسپرٹ **Subject Matter Expert (SME)**	پروفیسر محمد فاروق انصاری **Prof. Mohd. Faruq Ansari**	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی **DEL, NCERT, New Delhi**
کورس ایڈمنسٹیٹر **Course Administrator**	ڈاکٹر عزیر احمد **Dr. Uzair Ahmad**	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی **DEL, NCERT, New Delhi**

فہرست

TABLE OF CONTENTS

1۔ تمہید

2۔ شمالی ہند میں اردو شاعری کا ابتدائی دور

2.1۔ امیر خسرو

2.2۔ افضل نارنولوی

2.3۔ جعفر زٹلی

3۔ ایہام گوئی کا دور

3.1۔ فائزؔ دہلوی

3.2۔ آبروؔ

3.3۔ شاکر ناجی

3.4۔ مضمونؔ

3.5۔ یکرنگؔ

3.6۔ آرزوؔ

3.7۔ انجامؔ

4۔ ردِّ عمل اور اصلاحِ زبان

4.1۔ مظہرؔ جانِ جاناں

4.2۔ حاتمؔ

4.3۔ فغاںؔ

5۔ خلاصہ

1۔ تمہید

اردو کا آغاز وارتقا مختلف مقامات پر مختلف ناموں سے ہوا۔ دہلی، پنجاب، سندھ اور دکن ہر جگہ کی اپنی تاریخی روایات ہیں۔ مختلف ادوار میں یہ زبان 'ہندوی'، 'ہندی'، 'دکنی'، 'ریختہ' اور 'اردوے معلّٰی'، وغیرہ ناموں سے موسوم ہوئی۔ ہماری زبان کی تاریخ کا اہم واقعہ یہ ہے کہ شمالی ہند ہی اس کا نقطۂ آغاز بھی

ہے اور نقطۂ عروج بھی۔ مسعود سعد سلمان سے امیر خسروؔ تک، ولیؔ سے آرزوؔ تک، مرزا مظہر جان جاناںؔ اور شاہ حاتمؔ سے میرؔ و سوداؔ تک، پھر عہدِ غالبؔ اور داغؔ دہلوی تک اردو میں ادب کی تخلیق کا سفر دل چسپ بھی ہے اور اہم بھی۔ ادبی تاریخ کے اس منظر نامے میں ہم شمالی ہند بالخصوص دہلی میں اردو ادب کے آغاز سے عہد میرؔ تک مختلف اسالیب و اصناف کا مطالعہ کریں گے۔

2۔ شمالی ہند میں اردو شاعری کا ابتدائی دور

جب مغلیہ سلطنت عروج پر تھی اور فارسی کا بول بالا تھا تو فارسی کے بڑے بڑے شاعر دہلی کی رونق میں اضافہ کر رہے تھے۔ پھر وہ دور بھی آیا جب فارسی میں شعر کہنے والوں نے منہ کا مزہ بدلنے کے لیے اردو میں شعر کہنا شروع کیا۔ خانِ آرزوؔ اور ان کے معاصرین ایسے ہی لوگ تھے۔ پھر وقت بدلا۔ رفتہ رفتہ اردو میں شعر گوئی کا رواج عام ہوا۔

دہلی میں ولیؔ دکنی کی آمد سے قبل جعفر زٹلیؔ، عبدالجلیل اٹلؔ اور محمد عطاء اللہ عطاؔ وغیرہ کا شمار دہلی کے ان شعرا میں ہوتا ہے جو اردو میں شعر کہتے تھے۔ ان میں جعفر زٹلیؔ کا نام نمایاں ہے۔

ولیؔ دکنی 1700 میں دہلی آئے۔ اس وقت تک دکن میں اردو ترقی کی کئی منزلیں طے کر چکی تھی۔ وہاں اردو میں شعر کہنا فخر کی بات تھی۔ اسی فخر کے ساتھ ولیؔ نے دہلی میں شعر سنائے اور داد وصول کی۔ اُن کی آمد اور ان کے اشعار نے دہلی والوں کو احساس دلایا کہ اس عوامی زبان میں بھی اچھے شعر کہے جاسکتے ہیں۔

اردو کے ابتدائی زمانے پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے فارسی گو شعرا اور صوفیائے کرام نے اردو جسے اس زمانے میں ہندی یا ہندوی کہا جاتا تھا، میں شعر کہنا شروع کیا۔ ان میں ایک اہم نام امیر خسرو کا ہے۔

2.1۔امیر خسرو(1253-1325)

امیر خسرو کا نام ابوالحسن تھا۔ ان کی پیدائش ایٹہ ضلع کے قصبے پٹیالی میں ہوئی۔ ان کے والد کا نام امیر سیف الدین تھا۔ خسرو کی کم سنی ہی میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد کے بعد خسرو کی پرورش ان کے نانا عماد الملک نے کی جو بادشاہ بلبن کے عہدِ حکومت میں ایک اہم عہدے پر فائز تھے۔ اس طرح ابتدائی عمر ہی سے خسرو کا تعلق شاہی دربار سے ہو گیا۔ وہ دہلی کے چھے بادشاہوں کے دربار سے وابستہ رہے۔ جلال الدین خلجی نے انھیں امیر کا خطاب دیا تھا۔

خسرو نے کئی جنگی مہمات میں بھی حصہ لیا۔ غیاث الدین تغلق کے ساتھ وہ بنگال کی مہم میں تھے کہ اپنے مرشد حضرت نظام الدین اولیاؒ کی وفات کی خبر سنی۔ اس خبر سے وہ بہت غم زدہ ہوئے اور کچھ عرصے بعد ہی ان کی وفات ہو گئی۔

خسرو فارسی کے اعلیٰ پائے کے شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ فن موسیقی میں بھی ماہر تھے۔ ان سے متعدّد تصانیف یاد گار ہیں۔ خسرو نے اپنے دیوان 'غُرّۃ الکمال' کے دیباچے میں اطلاع دی ہے کہ عربی اور فارسی کے علاوہ ان کا ایک دیوان ہندوی یعنی قدیم اردو میں بھی تھا۔ یہ دیوان اب ناپید ہے۔ ہندوی کلام کے نام پر خسرو سے بہت سی پہیلیاں، انمل فقرے، دوسخنے ، کہہ مکرنی اور گیت وغیرہ بھی منسوب کیے جاتے ہیں۔

امیر خسرو کے بعد جو اہم نام سامنے آتے ہیں ان میں افضل نارنولوی اہم ہیں۔

2.2۔افضل نارنولوی (وفات: 1625/26)

عام طور پر ان کا نام افضل، تخلص افضلؔ اور وطن پانی پت بتایا جاتا ہے لیکن ڈاکٹر عبدالغفّار شکیل کی تحقیق سے اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ان کا اصل نام گوپال، تخلص افضل اور وطن نارنول، ضلع مہندر گڑھ (ہریانہ) تھا۔ ان کی ولادت کا زمانہ متعین نہیں سالِ وفات شعرا ئے فارسی کے ایک تذکرے میں

1035 ہجری 26–1625 / عیسوی) بتایا گیا ہے۔ اردو اور فارسی کے خوش گو شاعر تھے۔ ان کا پیشہ معلّمی تھا اور شاگردوں کی تعداد کافی تھی۔ افضل نے ایک مندر میں رہ کر علوم ہندوی پر عبور حاصل کیا۔

بارہ ماسہ شاعری کی ایک قدیم صنف ہے جس میں معشوقہ اپنے عاشق سے جدائی کا حال، مہینوں اور موسموں کی مناسبت سے بیان کرتی ہے۔ افضل نے ابتدائی اردو میں ایک بارہ ماسہ 'بِکٹ کہانی' کے نام سے لکھا جسے بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ 'بکٹ' کے معنی کٹھن ہوتے ہیں جس کی مناسبت سے عشق میں جدائی کے کٹھن حالات کا ذکر بارہ ماسے میں کیا جاتا ہے۔'بکٹ کہانی' کھڑی بولی اور برج سے متاثر ہے۔

افضل نارنولوی کے بعد خالص اردو میں شعر کہنے والوں میں جعفر زٹلی اہم ہیں۔

2.3۔ جعفر زٹلی(1659۔1713)

ان کا نام مرزا محمد جعفر تھا۔ ہجو گوئی کی وجہ سے جعفر زٹلّی کہلاتے تھے۔ وطن نارنول تھا۔ اپنے زمانے کے مروجہ علوم وفنون سے خوب واقف تھے۔ شاعری میں اٹل نارنولی کے شاگرد تھے۔ وہ دکن میں اورنگ زیب کے بیٹے شہزادہ کام بخش کے سواروں میں شامل تھے۔ بعد میں انھوں نے یہ ملازمت چھوڑ دی تھی۔ فرخ سیر جب تخت سلطنت پر بیٹھا تو انھوں نے اس کے سکّے کے لیے ایک ہجو یہ شعر کہا۔ اس جرم پر فرخ سیر نے انھیں قتل کرا دیا۔

جعفر زٹلی بڑے تیز مزاج اور حاضر جواب تھے۔ اسی لیے اپنی ہجویات میں وہ پھکڑپن اور دشنام طرازی پر اتر آتے تھے۔ انھوں نے اپنی شاعری میں عام طور پر اخلاقی اقدار اور ان کے زوال کو موضوع بنایا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے بے شمار نئے الفاظ اور ترکیبیں وضع کی ہیں۔ چند اشعار دیکھیے

گیا اخلاص عالم سے عجب یہ دور آیا ہے
ڈرے سب خلق ظالم سے عجب یہ دور آیا ہے

نہ بولے راستی کوئی، عمر سب جھوٹ میں کھوئی

اتاری شرم کی لوئی، عجب یہ دور آیا ہے

یہی وہ زمانہ ہے جب اردو شاعری میں ایہام گوئی کی ابتدا ہوئی اور اسے ایہام گوئی کے دور سے یاد کیا جاتا ہے۔ آیئے اب ذرا اس دور پر بھی گفتگو کر لی جائے۔

3۔ ایہام گوئی کا دور:

شمالی ہند میں اردو شاعری کا پہلا دور محمد شاہی عہد سے تعلق رکھتا ہے۔ اس دور کی تہذیبی زندگی پر تکلف اور تصنّع کا رجحان غالب تھا۔ مجلس آرائی اور خارجی شان و شوکت اس عہد کی پہچان بن گئی۔ ظاہری چمک دمک نے حقائق کو دھندلا دیا تھا۔ شاعری میں سادگی اور بے تکلفی کی جگہ لفظی صنّاعی نے لے لی تھی۔ ذو معنی الفاظ کے استعمال نے حقیقی جذبوں کو پیچھے دھکیل دیا تھا۔ نتیجے کے طور پر اس دور میں ایہام گوئی کو کافی مقبولیت حاصل ہو گئی۔

ایہام شاعری میں ایسے ذو معنی الفاظ کے استعمال سے عبارت ہے جن کے ایک معنی قریب کے ہوں اور دوسرے بعید کے۔ اس طرح معنوی فریب دے کر شعر کو دل کش بنانے کا یہ ایک انداز تھا۔ صنعتِ ایہام کے اس چلن نے شاعری میں فن کی صورت اختیار کر لی۔ کہا جاتا ہے کہ شمالی ہند کے اس دور کے ایہام گو شعرا نے یہ اثر ولیؔ سے اخذ کیا تھا۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ صرف ولیؔ ہی کے کلام میں صنعتِ ایہام کی مثالیں نہیں ملتیں، ان کے پیش رو صائبؔ اور بیدلؔ جیسے فارسی شعرا نے بھی ایہام سے مضمون آفرینی کا کام لیا تھا۔

ایہام گوئی کے زمانے کے شاعروں میں فائز دہلوی، شاکر ناجی، شاہ مبارک آبرو، مضمون، آرزو اور یک رنگ وغیرہ اہمیت کے حامل ہیں۔ آیئے ان پر بھی مختصراً نظر ڈال لی جائے۔

3.1۔ فائزؔ دہلوی (1690/91-1738)

فائز کا نام نواب صدرالدّین محمد خاں تھا۔ وہ صاحب علم اور صاحبِ ثروت تھے۔ ولیؔ سے بہت متاثر تھے اور اکثر ان ہی کی زمین میں شعر کہتے تھے۔ ان کی شاعری میں حسن و عشق کی واردات کا ذکر ہوا ہے۔ ان کے مطبوعہ دیوان میں صرف بتیس غزلیں ہیں، باقی منظومات ہیں۔ ان میں ہندوستانی عناصر پائے جاتے ہیں۔ سیدھی سادی زبان میں وہ جذبات و احساسات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنے کلام میں دہلی کا بار بار ذکر کیا ہے اور خود کو دہلوی کہا ہے۔ ایہام ان کے یہاں بہت کم ہے لیکن صنعتوں کا استعمال فنکارانہ انداز میں کیا ہے۔ فارسی نثر میں بھی ان کی کتابیں ملتی ہیں۔ان کے دو اشعار دیکھیں:

دیکھ کر تجھ نین کی شوخی کوں

تھک کے صحرا نشیں غزال ہوا

غمزہ نگہ تغافل انکھیاں سیاہ و چنچل

یارب نظر نہ لاگے انداز ہے سراپا

3.1۔ آبروؔ (1683/85-1733)

آبرو کا نام نجم الدین اور عرف شاہ مبارک تھا۔ گوالیار کے مشہور صوفی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ مزاجاً وہ ایک صوفی منش انسان تھے۔ گوالیار سے ہجرت کر کے دہلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہیں ان کا انتقال ہوا۔ شمالی ہند کے دورِ اوّل کے شعرا میں ان کا ایک ممتاز مقام ہے۔ انھوں نے اپنی زندگی میں اپنا دیوان مرتب کر لیا تھا۔ اپنے دور کے عام رجحان کے مطابق آبرو کے کلام میں جابہ جا ایہام کے

اشعار ملتے ہیں۔ مگر اس کے علاوہ دوسری خوبیاں بھی موجود ہیں۔ دہلوی زبان کی سادگی اور ہندی آمیز لب ولہجے کے فطری اظہار نے ان کے اشعار کو پُر اثر بنا دیا ہے۔

آبرو نے 'آرائش معشوق' کے نام سے ایک مختصر مثنوی بھی لکھی ہے۔اس کے علاوہ سلام و مرثیے اور کئی نظمیں بھی ان سے یادگار ہیں۔ ان کے چند اشعار دیکھیے:

پھرتے تھے دشت دشت، دِوانے کدھر گئے

وہ عاشقی کے ہائے زمانے کدھر گئے

ملنے کے شوق میں ہم، گھر بار سب گنوایا

مدّت میں گھر ہمارے، آیا تو گھر نہ پایا

3.2۔شاکر ناجی (1690-1747)

شاکر کا نام محمد شاکر ناجی تھا۔ وہ دہلی میں پیدا ہوئے۔ پیشہ سپہ گری تھا۔ کلام میں صنائع بدائع کی کثرت ہے۔ اس دور کے دیگر شعرا کی طرح ایہام گوئی شاکر ناجیؔ کے کلام کی بھی نمایاں ترین خصوصیت ہے۔ غزل کے علاوہ رباعی، قصیدہ، مرثیہ، قطعات وغیرہ میں بھی انھوں نے طبع آزمائی کی ہے۔ غزل کی ہیئت کے علاوہ مربع کی ہیئت میں بھی مرثیے لکھے ہیں۔

تجھ کو کیوں کر جدا کروں اے جاں

زندگانی بہت ہی پیاری ہے

خیال چھوڑ کہ دنیا ہے خواب کی مانند

تمام خوبی ہے اس کی سراب کی مانند

3.3۔ مضمونؔ (1689/1734-35)

مضمون کا نام شرف الدین تھا۔ ان کا تعلق بابا فرید گنج شکر کے خاندان سے تھا۔ آگرے میں پیدا ہوئے۔ نو عمری ہی میں دہلی میں سکونت اختیار کر لی۔ مضمونؔ، خان آرزو کے شاگرد تھے۔ نزلے کے سبب دانت گر گئے تھے اس لیے خاں آرزوؔ انھیں شاعرِ بے دانہ کہا کرتے تھے۔ وہ کم گو شاعر تھے۔ ان کے کلام میں ایہام کے باوجود شگفتگی اور بے ساختگی پائی جاتی ہے۔ چند اشعار دیکھیں:

درد دل سے جس طرح بیمار اٹھتا ہے کراہ

اس طرح اک شعر مضموں بھی کہے ہے گاہ گاہ

چلا کشتی میں آگے سے جو وہ محبوب جاتا ہے

کبھی آنکھیں بھر آتی ہیں کبھی دل ڈوب جاتا ہے

3.4۔ یکرنگؔ (1737/49)

یکرنگ کا نام غلام مصطفیٰ خاں تھا۔ یکرنگ محمد شاہ کے منصب دار اور صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ ان کے کلام میں بھی ایہام تو ہے مگر وہ شدّت نہیں جو اس زمانے کے دوسرے شعرا کے یہاں ہے۔ یکرنگ کے یہاں زبان کی فصاحت اور مضامین کی تازگی پائی جاتی۔ مثال کے طور پر شعر دیکھیں:

نہ کہو یہ کہ یار جاتا ہے

دل سے صبر و قرار جاتا ہے

کیا جانیے وصال ترا ہو کسے نصیب

ہم تو ترے فراق میں اے یار مر گئے

3.5۔ آرزوؔ (1687-88/1756):

ان کا نام سراج الدین علی خاں تھا۔ آرزوؔ کا شمار اپنے عہد کے فارسی کے مشہور شعرا میں ہوتا ہے۔ ولیؔ کے اثر سے انھوں نے بھی ریختہ میں شعر کہنا شروع کیا۔ آرزو دہلی میں اردو کی ادبی روایت کے پہلے دور کے سب سے اہم اور ممتاز شاعر ہیں۔ انھوں نے شمالی ہند کے شعرا کی پہلی نسل کے بہت سے ایسے شاعروں کی تربیت کی جو ریختہ میں شعر کہنے کی طرف مائل ہوئے۔

خان آرزوؔ کے علم و فن، ذہانت، شیریں کلامی، حاضر جوابی و حاضر دماغی کا ذکر بہت جگہ ملتا ہے۔ وہ شاعر، عالم، اور لغت نویس بھی تھے۔ فارسی زبان میں 'سراج اللغہ'، اور 'نوادرالالفاظ' ان کی مشہور لغات ہیں۔ ان کے چند اشعار دیکھیں:

داغ چھوٹا نہیں یہ کس کا لہو ہے قاتل

ہاتھ بھی دکھ گئے دامن ترا دھوتے دھوتے

اس زلف سیہ فام کی کیا دھوم پڑی ہے

آئینے کے گلشن میں گھٹا جھوم پڑی ہے

3.6۔انجامؔ (وفات1746) :

انجام ان کا نام امیر خاں اور لقب عمدۃ الملک تھا۔ انجامؔ، محمد شاہ کے عہد (1719-1748) میں صوبہ دار تھے۔ وہ بنیادی طور پر فارسی کے شاعر تھے لیکن انھیں اردو زبان پر بھی قدرت حاصل تھی۔ انھوں نے ریختی، پہیلیاں اور کہہ مکرنیاں بھی لکھی ہیں۔ روانی و بے ساختگی ان کے کلام کا خاص وصف ہے۔ آپ بھی دیکھیں:

نعش میری دیکھ کے مقتل میں یوں کہنے لگے

کچھ تو یہ صورت نظر آتی ہے پہچانی ہوئی

دور سے آئے تھے ساقی سن کے میخانے کو ہم

پر ترستے ہی رہے بس ایک پیمانے کو ہم

4۔ردِّ عمل اور اصلاحِ زبان

ایہام گوئی مخصوص تہذیبی عوامل کا نتیجہ تھی۔ اب حالات نے نئی کروٹ لی۔ محمد شاہ کے دورِ حکومت میں نادر شاہ نے 1739 میں دہلی میں قتل عام کا بازار گرم کیا۔ الم ناکی کا یہ وہ دور تھا جس سے ہر کوئی دوچار تھا۔ ان حالات کا اثر فکر و ذہن اور ذوق و شوق پر پڑنا ناگزیر تھا۔ چنانچہ ایہام کا اثر زائل ہونے لگا اور اس کے خلاف ردعمل شروع ہوا۔ لسانی شعور میں ایک نئی تبدیلی واقع ہوئی۔ ادبی روایت میں اس

تبدیلی کو 'اصلاحِ زبان' کی تحریک کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اسے 'سادہ گوئی' یا 'تازہ گوئی' کی تحریک بھی کہا جاتا ہے۔ اس تحریک کے اثر سے اردو شاعری میں فارسی شاعری کے اسالیب اور تراکیب کا چلن بڑھنے لگا۔

4.1۔ مظہرؔ جانِ جاناں (1699/1700-1781)

مظہر جانِ جاناں کا نام مرزا مظہرؔ تھا۔ ان کا شمار اپنے دور کے بلند پایہ صوفی بزرگوں میں ہوتا ہے۔ وہ عربی و فارسی دونوں زبانوں پر قدرت رکھتے تھے۔ مِزاج میں بلا کی شائستگی تھی۔

مرزا جانِ جاناں شعر میں صنعت گری کے قائل نہ تھے۔ انھوں نے ایہام گوئی سے نہ صرف پرہیز کیا بلکہ اس کے خلاف فضا بھی ہموار کی۔ مرزا مظہر جانِ جاناں کی کوششوں سے اردو شاعری میں سادگی کا رجحان بڑھا اور اصلاحِ زبان کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس لیے ان کے ذریعے شروع کی گئی اس تحریک کو 'سادہ گوئی' یا 'تازہ گوئی' کی تحریک بھی کہا جاتا ہے۔

اپنے دور کے دیگر شعرا کی طرح مرزا مظہر جانِ جاناں بھی بنیادی طور پر فارسی کے شاعر تھے مگر انھوں نے اردو میں بھی شعر کہے۔ ان کا کوئی دیوان تو نہیں ملتا البتہ مختلف تذکروں میں ان کا اردو کلام بکھرا ہوا ہے۔ اردو کی ادبی تاریخ میں ان کا نام اردو شاعر سے زیادہ اس دور کی اردو شاعری پر اپنے گہرے اثرات کی وجہ سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ شعر دیکھیں:

چلی اب گُل کے ہاتھوں سے لٹا کر کارواں اپنا

نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھ نشاں اپنا

یہ حسرت رہ گئی کس کس مزے سے زندگی کرتے

اگر ہوتا چمن اپنا، گل اپنا، باغباں اپنا

4.2۔حاتمؔ(1699-1783)

حاتم کا نام ظہور الدین اور حاتم تخلص تھا۔ نواب امیر خاں انجامؔ کی سرکار میں ملازم تھے۔ ان کا شمار اپنے عہد کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ ابتدا میں وہ ایہام گوئی کی طرف مائل تھے لیکن جب مرزا مظہر جانِ جاناں نے اصلاحِ زبان کی تحریک شروع کی تو انھوں نے براہِ راست اس تحریک کا اثر قبول کیا اور بہت جلد ایہام گوئی سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ انھوں نے از سرِ نو اپنے کلام کا انتخاب 'دیوان زادہ' (1755-56) کے نام سے کیا اور اپنے پرانے ضخیم دیوان کو مسترد کردیا۔ غزل کے علاوہ حاتم نے شہر آشوب بھی لکھے ہیں جس میں ان کے عہد کے سیاسی، معاشرتی و تہذیبی حالات کی مرقع کشی کی گئی ہے۔ انھوں نے 'واسوخت' بھی لکھے اور دیگر مروجہ اصناف میں بھی شعر کہے۔

خواب میں تھے جب تلک تھا دل میں دنیا کا خیال

کھل گئی جب آنکھ تو دیکھا کہ سب افسانہ تھا

مدّت سے خواب میں بھی نہیں نیند کا خیال

حیرت میں ہوں کہ کس کا مجھے انتظار ہے

4.3۔فغاںؔ(1725-1773/1726-1772)

فغاں کا نام اشرف علی خاں تھا۔ فغاںؔ نوجوانی کے زمانے ہی سے شعر گوئی کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ اس فن میں اتنا کمال پیدا کرلیا تھا کہ اپنے عہد کے ممتاز شاعروں میں ان کا شمار ہونے لگا تھا۔ وہ

پھبتیاں کہنے کے لیے بھی مشہور تھے۔ اپنی ظرافت اور خوش مزاجی کے سبب اکثر نوابین و امرا کے درباروں میں مقبول رہے۔

فغاںؔ کے دیوان میں غزلوں کے علاوہ قطعات، رباعیاں، مخمس وغیرہ بھی موجود ہیں۔ انھوں نے قصیدے، مثنویاں اور ہجویات بھی کہی ہیں۔ اپنے معاصر شعرا کے برخلاف ان کی شاعری فارسی سے زیادہ متاثر ہے۔ زبان و بیان کا حسن اور لب و لہجے کی ہمواری فغاں کے کلام کی خاص خوبی ہے۔ آپ بھی دیکھیں:

کباب ہو گیا آخر کو کچھ بُرا نہ ہوا

عجب یہ دل ہے جلا بھی تو بے مزا نہ ہوا

اس کے وصال و ہجر میں یوں ہی گزر گئی

دیکھا تو ہنس دیا جو نہ دیکھا تو رو دیا

5۔ خلاصہ

شمالی ہند میں اردو شاعری کا یہ پہلا دور ہے لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس مختصر عہد میں اردو شاعری نے ترقی کے وہ منازل طے کیے کہ آج بھی اردو شاعری کو اس پر فخر ہے۔ اس کے بعد شاعری کا عہد زریں شروع ہوتا ہے جسے میر و مرزا کے عہد سے جانا جاتا ہے۔ اگلے سبق میں اسی کا جائزہ لیا جائے گا۔

Disclaimer:

آن لائن کورس کے درسی مواد کی ترتیب و تدوین کے لیے این سی ای آر ٹی کی درسی و معاون درسی کتابوں 'اردو زبان وادب کی تاریخ'، 'اردو قواعد و انشا'، 'اردو کی ادبی اصناف'، 'رہنما کتاب'، 'اردو تدریسیات'، 'اردو زبان کی تدریس' وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔